ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

تحریر: اسماء قدوسی بنت مولانا عبدالخالق قدوسیؒ

۲۳ مارچ کا دن جو اپنے دامن میں مسلمانان پاکستان کی جدوجہد میں بہت اہمیت رکھتا ہے، اس دن ہند کے مسلمانوں نے ایک عزم مستحکم کیا تھا۔ ایک عہد کیا تھا کہ اس خطہ پاک کو انگریزوں کے پنجہ استبداد سے آزاد کروا کے اس میں قرآن و سنت کے نظام کو عام کیا جائے مسلمان یہ خطہ سرزمین حاصل کرنے میں تو کامیاب ہو گئے لیکن اس عہد کا دوسرا حصہ جو اس خطہ پاک کو حاصل کرنے کا محرک بنا تھا۔ وہ وقت کے حکمرانوں کی بدعملیوں کے باعث فراموش کیا جا چکا ہے لیکن ۴۸ سال گزر جانے کے بعد بھی جمعیت اہلحدیث کے جوانوں نے اپنے اسلاف کی سنت کے مطابق اس دن تجدید عہد . . . کا ارادہ کیا۔ اس کے لئے انہوں نے اسی جگہ کے جلو میں جہاں مسلمانوں کی تاریخ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا اس عہد اور عزم کو زندہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو وقت کے فرعونوں کے لئے یہ بات ناقابل برداشت ہو گئی کہ کوئی موسیٰ ان کو سر بازار للکارے۔

اس دن کے سورج نے جب مغرب کی گود میں اپنا چہرہ چھپایا تو گلستان توحید کے عندلیبوں نے اپنی محفل عشق سجالی۔ ان کی قیادت وہاں جمع ہو گئی لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ آج کی ۲۳ مارچ کا سورج اپنی شفق کی سرخی سے آسمان کی پیشانی پر ان کے چار دلداروں کا نام لکھ گیا ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر، حبیب الرحمٰن یزدانی، عبدالخالق قدوسی اور محمد خاں نجیب۔ اور شفق نے جنت تک ان کے گزرنے کے لئے اک راہگذر بنا دی ہے۔ اس راہ گذر پہ سب سے پہلے قدم رکھنے والا کون تھا؟ وہ جو دھیمی دھیمی آواز میں گفتگو کرنے والا مفکر و محقق اور جو میرے قائد علامہ احسان الٰہی ظہیر کا دست راست علامہ کا محبوب ساتھی اور بہت ہی پیارا رفیق اور میرا عظیم باپ عبدالخالق قدوسی شہید تھا جس نے شہداء کے اس ٹولے میں سے سب سے پہلے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اس طرح شہداء کا پیش رو کہلانے کا حق دار ٹھہرا۔

اور جب اللہ والوں کی اس محفل عشق کا عروج زمانے کے فرعونوں کو ناگوار گزرا۔ ان کی محفل پہ انکی

نفرتوں اور ناگواریوں کے سیاہ بادلوں نے اپنے پر پھیلا دیئے۔ نوان نا ریکیوں میں کئی دل وجگر چاک چاک ہو گئے جب کسی نے اپنی آنکھیں کسی نے اپنی ٹانگیں کسی نے دل اور کسی نے جگر بطور نذرانہ اپنے رب کے حضور پیش کیا تو میرے ابی عبد الخالق قدوسی کا جسم تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم کی تفسیر بن گیا۔ نوان کے لخت جگر ابو بکر ابن قدوسی نے ان کو اٹھایا آوازیں دیں "ابی جی ابی جی میں ابو بکر ہوں" تو نیم بے ہوشی کے عالم میں انہوں نے اپنا بازو اٹھایا اور ابو بکر کی گردن میں حمائل کیا۔ اس وقت ان کے جسم سے خون آب رواں کی صورت میں جاری تھا بقول ابو بکر" میں آپ کو بازوؤں سے پکڑتا تو آپ کے بازو خون کی روانی کے سبب میرے ہاتھوں سے پھسل پھسل جاتے تھے تب میں اپنے بازوؤں کا حلقہ آپ کے جسم کے گرد کس کر آپ کو اٹھایا" ان کو ہسپتال لے جایا گیا اس عالم میں جبکہ آپ پر بے ہوشی طاری تھی۔ آنکھیں راہ حق میں آپ کے باقی جسم وجان سے بازی لے گئی تھیں تو جب ان کی ٹھوڑی کا زخم سینے کے لئے ڈاکٹر ان کے داڑھی کے بال کاٹنے لگے تو ان کے ولی اللہ ہونے کا ثبوت ملا۔ ان کو اپنے نبیؐ کی اس سنّت سے بڑی محبت تھی۔ زندگی کے ان آخری لمحوں میں جبکہ وہ عالم ہوش سے بیگانہ تھے تو ان کے بھتیجے ڈاکٹر ضیاء اللہ کے مطابق جو موقع پر موجود تھے۔ اس عالم بے ہوشی میں انہوں نے کہا "چھوڑو کیا کرنے ہو"

جب ان کی شہادت کی خبر گھر پہنچی تو میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ میرے اردگرد سسکیوں۔ آہوں اور کراہوں کی دردناک آوازیں پھیل گئیں اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا اور میں اپنے چھوٹے بہن بھائی کو اپنی آغوش میں سموئے حیران کھڑی تھی کہ دفعتاً میری نگاہ اپنی روتی ہوئی ماں پر ٹھہر گئی تو ذہن میں اک صدا گونجی۔ آج اس عورت کا سہاگ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ آج میری عظیم ماں مجھے جنم دینے والی بیوہ ہو گئی تو فرطِ غم سے میرا کلیجہ شق ہو گیا میرا دل وجگر چاک چاک ہو گیا۔

جب اس نے رختِ سفر باندھا کب ضبط کا یارا اس دن تھا
ہر درد نے دل کو سہلایا کیا حال ہمارا اس دن تھا

ابی کے جسم سے آخری وقت تک خون بہتا رہا تھمتا ہی نہ تھا۔ یہ بہتا خون شہید کی نشانی ہوتا ہے۔ ہمارے ابو کو پھولوں سے بڑی محبت تھی۔ موسم بہاران کا دلپسند موسم تھا۔ کیا خبر تھی کہ یہ پھول ہی ہمیں دھوکا دیں گے۔ فرعونوں نے اپنی فرعونیت کو ان خوبصورت پھولوں کا لبادہ پہنا کر ہی راوی روڈ میں منعقدہ محفل عشق میں رکھا تھا۔ تب ان پھولوں نے ہم سے بے وفائی کی ان پھولوں کی خوشبو

نے بارود کی بو کو اپنے دامن میں چھپا لیا۔ لوگو اب گلدانوں کی رسم ختم کر دو۔

اس موسم میں گلدانوں کی رسم کہاں ہے

لوگو پھولوں کو اب آتش دان میں رکھنا

چونکہ آپ کبھی گھر سے باہر زیادہ دیر نہیں رہتے تھے اس لئے ہم اپنے باپ کے قرب کے عادی تھے۔ ہمیں ان کی جدائی بڑی گراں گزرتی تھی۔ ابی جب کبھی رات باہر گذارتے تو مجھے نیند نہ آتی۔ میں اکثر ابی سے کہتی آپ رات باہر نہ رہا کریں۔ مجھے نیند نہیں آتی اور اب ـــــ کتنی ہی بے خواب راتیں گذر گئی ہیں کتنے ہی بے چین دن تمام ہو گئے ہیں بے خوابی میری آنکھوں میں آکر ٹھہر گئی ہے۔ اور بے چینی و ویرانی نے دل میں بسیرا کر لیا ہے۔

آپ بے حد محبت کرنے والے انسان تھے۔ بچوں سے بالخصوص لڑکیوں سے آپ کو بے حد محبت تھی بحیثیت باپ میں نے آپ کو بے حد شفیق پایا۔ وہ ہمارے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے۔ ہم ہر قسم کی بات ان سے کر لیتے اور بحیثیت استاد میں نے ان کو بے حد محنتی پایا۔ وہ بڑی توجہ اور نرمی سے پڑھاتے اس انداز سے پڑھاتے کہ ان کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ طالب علم کے سینے میں پیوست ہو جاتا۔ آپ طلباء کے محبوب استاد تھے طلباء آپ کو بے حد پسند کرتے اور آپ کا بہت احترام کرتے تھے آپ اپنے ان شاگردوں کو بہت پسند فرماتے جو حاضر جواب محنتی اور نافد فہم کے ہوتے آپ نے پچھلے سال دارالحدیث چینیانوالی میں شاہ ولی اللہ کی معروف تالیف حجۃ اللہ البالغہ پڑھائی۔

آپ بے حد ذہین تھے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے آپ خود ذکر کرتے ہیں کہ غالباً جھوک دادو میں جہاں آپ نے سب سے پہلے داخلہ لیا وہاں گئے تو آپ نے میاں باقر صاحب سے کہا کہ مجھے دوسری جماعت میں داخل کریں لیکن وہ جماعت اول میں داخل کرتے تھے آپ کا اصرار بڑھتا گیا اور ان کا انکار قائم رہا تو آپ نے شرط پیش کی کہ اگر میں سہ ماہی امتحان میں جماعت دوئم سے فیل ہو گیا تو آپ مجھے دوسری جماعت سے پہلی جماعت میں بھیج دیں ورنہ میں دوسری جماعت ہی میں رہوں گا آپ کا اصرار کارگر ہوا۔ آپ نے پہلی جماعت کی کتابیں بھی پڑھیں اور دوسری جماعت کے سہ ماہی امتحان کی تیاری بھی کی جب امتحان ہوا تو آپ سب لڑکوں میں اول آئے۔

جب جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی تکمیل ہوئی تو آپ مدرسہ تاندلیانوالہ میں زیر تعلیم تھے۔ جامعہ کی تکمیل کے بعد مدرسہ کے ذہین طلباء کو جامعہ منتقل کر دیا گیا۔ تو آپ ان میں سرفہرست تھے۔ جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد جب مدینہ یونیورسٹی بھیجنے کے لئے لڑکوں کا چناؤ کیا گیا تو آپ کامیاب ہوئے لیکن

مولانا اسماعیل سلفیؒ نے آپ کو یہ کہہ کر یونیورسٹی جانے سے روکا کہ تمہاری یہاں زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے آپ مدینہ یونیورسٹی نہ جا سکے۔

آپ اگرچہ باقاعدہ خطیب نہ تھے لیکن پھر بھی اپنی جائے پیدائش کوٹ رنجیت سنگھ میں جامع مسجد اہلحدیث میں کئی سال باقاعدہ خطبہ جمعہ دیتے رہے چند سال سے اس تسلسل میں کمی آگئی تھی وگرنہ ہر جمعہ اور نماز عیدین کی امامت آپ ہی کراتے تھے۔

آپ کا ذوق علمی و تحقیقی تھا۔ تقریباً ہر موضوع کی کتابیں ان کے زیر مطالعہ تھیں لیکن اسماء الرجال ان کا خاص موضوع تھا۔ اس پر انہیں مکمل عبور حاصل تھا۔ اس موضوع پر انہوں نے تمام زندگی مطالعہ کیا۔ برصغیر کے علم الرجال کے متعلق کوئی کتاب ایسی نہ تھی جو ان کے مطالعہ میں نہ آئی ہو اس میدان میں انہیں اکثر بزرگان دین کے کوائف اور علمی کارنامے ازبر تھے۔ اکثر ہمیں ان کے متعلق آگاہ کرتے رہتے تھے آپ ساری ساری رات مطالعہ کرتے حتیٰ کہ صبح کے تین بج جاتے۔ رات جب ہم سوتے تو آپ پڑھ رہے ہوتے اور رات کے کسی بھی حصے میں ہم بیدار ہوتے تو آپ کو مسلسل مطالعہ میں مشغول پاتے۔ نماز فجر کے بعد آپ کو لکھنے کی عادت تھی اور کافی دیر لکھتے رہتے۔

تاریخ اہلحدیث جو آجکل آپ کے زیر قلم تھی اس کے متعلق آپ فرمایا کرتے میں ایسی کتاب لکھ جاؤں گا کہ اس کے بعد کسی کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ اگر کوئی قلم اٹھائے گا تو اس میں کوئی اضافہ نہ کر سکے گا۔ ہائے افسوس اگر زندگی وفا کرتی تو یقیناً ایسا کرتے۔

تاریخ اہلحدیث کی اس کتاب کے متعلق آپ نے خود لکھا۔

”یہ اہلحدیث کی ایک جامع اور مفصل تاریخ ہوگی جو خیر القرون سے دور حاضر تک چودہ سو سال پر محیط مکمل دستاویز ہوگی جس میں مضمون کے متعلق ہر بات پر سیر حاصل گفتگو ہوگی ـــــ یہ کتاب چودہ جلدوں میں مکمل ہوگی یعنی ہر صدی کے لئے ایک جلد مختص ہوگی۔ ہر صدی پر لکھتے ہوئے اس صدی کے سیاسی حالات کا عمومی جائزہ ہوگا ـــــ اس کے بعد اس صدی میں موجود اعتقادی اور فقہی مذاہب کا مختصر جائزہ ہوگا ـــــ اس صدی کے علماء اہلحدیث کا تفصیلی ذکر ہوگا ـــــ ان کے علمی اور سیاسی کارناموں کو ان کے سوانحی خاکہ پوری تفصیل سے ذکر کیا جائیگا۔“

مگر وائے ناکامی بقول ابوالکلام آزاد۔

”افسوس ہے کہ زمانہ میرے دماغ سے کام لینے کا کوئی سامان نہ کر سکا۔ غالب کو تو صرف

اپنی ایک شاعری کا رونا تھا نہیں معلوم قبر میں میرے ساتھ کیا کیا چیزیں جائیں گی۔"
واقعی اس اچانک حادثے سے ایک بڑا علمی کارنامہ جس کے لئے انہوں نے عمر کھپا دی۔ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ ہمارے قلب پہ یہ صدمہ بہت بھاری ہے۔
ہر تحریک کے پسِ منظر میں بعض قوتیں ایسی ہوتی ہیں جو تحریک کو جلا بخشتی ہیں اور جو بلاشبہ تحریک کی کامیابی کا سبب ہوتی ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب حضرت علامہ شہید نے جمعیت کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کام شروع کیا تو۔ آپ علامہ صاحب کے دستِ راست تھے
آپ کی عادت تھی کہ آپ ہر ضروری اخبار سنبھال کر رکھتے تھے جس دن جنگ فورم میں مناظرہ تھا اس سے ایک دن قبل آپ علامہ صاحب کی رہائش گاہ پر گئے اور شریعت بل سے متعلق تمام ضروری اخبارات لے گئے۔ سارا دن وہاں رہے۔ شام کو علماء کا اجلاس وہیں منعقد ہوا۔ اس میں شرکت کی پھر تقریباً رات دس بجے قائد شہید آپ کو خود چھوڑنے آئے۔ مجھے معلوم ہوا میں نے کہا "کیوں کوئی خفیہ بات رہ گئی تھی جو کار میں کرنی تھی۔ مسکرا کر کہا۔ ہاں چند ضروری باتیں تھیں۔
آپ کو قائد سے اور قائد کو آپ سے بے پناہ محبت تھی۔ قافلہ سالار شہداء اہلِ حدیث کی آپ سے والہانہ محبت کا اندازہ ان کے طرزِ عمل سے ہوتا تھا۔
ہم نے کبھی ان کے منہ سے کوئی ایسا لفظ نہیں سنا جس سے ان کا قائد سے معمولی اختلاف یا ناراضگی کا معمولی سا شائبہ بھی ہوتا۔ ان دونوں حضرات کا کبھی ایسا اختلاف نہیں ہوا جو ناراضگی پر منتج ہوا ہو۔ قدوسی شہید بڑے ملنسار اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ بڑے دوستوں سے محبتیں نبھائیں لیکن حضرت قائد کی محبت سب دوستوں کی محبت سے بازی لے گئی تھی۔ آپ قائد کے فیصلوں پر صحت مند تنقید کرتے تھے جس کو قائد سنتے اور قبول فرماتے تھے۔ اس حادثہ سے تقریباً ایک ماہ قبل آپ نے ایک صبح اٹھ کے فرمایا ہمارا تو کام ہوگیا جب میں نے استفسار کیا تو کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے مرحوم استاد میاں باقر صاحب تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قدوسی صاحب میں تمہیں لینے آیا ہوں میرے ساتھ چلو۔
توکل علی اللہ آپ کا خاص وصف تھا ہر کام میں اللہ پر بھروسہ کرتے تھے دولت حاصل کرنے کے لئے کبھی خود کو مشکل میں نہ ڈالتے۔ معاملات میں بالکل کھرے استقامت میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ بہت زیادہ خود اعتماد تھے۔ اس لئے جب بھی بات کرتے انتہائی ٹھوس ہوتی کبھی جلد فیصلہ نہ کرتے۔ جو

بھی فیصلہ کرتے خوب سوچ سمجھ کر کرتے اور اپنے فیصلے بدلا نہ کرتے تھے نہایت متقی اور دیندار تھے۔ آپ کے مزاج میں صبر و ضبط بدرجہ اتم موجود تھا۔ کبھی کسی سے بحث ہوتی تو مخالف کی بات بہت تحمل سے سنتے آپ کبھی غصہ میں زور سے نہ بولتے تھے بلکہ مخالف کی تند و تیز بات سن کر کچھ دیر خاموش رہتے پھر دلائل اور نرم روی سے اس بات کا جواب دیتے اور آپ کبھی باآواز بلند نہ ہنستے تھے۔

جس دن حادثہ ہوا ہے اس دن آپ جلسہ سے قبل خود سٹیج کا جائزہ لینے کے لئے گئے اور حبیب قائد اور یزدانی صاحب آئے تو آپ بے حد خوش تھے۔ کھانا تینوں نے اکٹھا ہی کھایا۔ کھانے کے بعد قائد نے چائے منگوائی اور اکٹھے ہی پی۔ یزدانی صاحب پہلے سٹیج پر تشریف لے گئے تھے پھر کچھ دیر بعد قدوسی شہید گئے پھر علامہ صاحب سٹیج پر تشریف لے گئے۔ پھر گیارہ بج کر پینتیس منٹ پر زمانے کے فرعونوں کی فرعونیت نے لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈالا۔ ان بزدلوں نے بظاہر ہمیں ختم کرنے کے لئے یہ بزدلانہ کام کیا لیکن انہیں خبر نہیں کہ ہمارے شہیدوں کے لہو سے زمین و آسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سارا جگمگا اٹھا ہے اور ان کے لہو نے ہمارے جوانوں کے دلوں کو گرما دیا ہے۔ اگرچہ صدمہ اسقدر پڑا کہ ہم خود کو بھول گئے لیکن چند لمحے کے لئے۔ پھر ہم نے جینے کا عزم شہیدوں کے لہو میں انگلیاں ڈبو کے کیا کہ اب ہم جئیں گے تو اپنے شہداء کا انتقام لینے کے لئے اس سے پہلے ہم نہیں مر سکتے۔ انشاء اللہ ہم نے اتنی قربانی دی۔ ہاں مگر فرعونوں نے جو اسلام دشمنی کا ثبوت دیا ہے اس کے لئے ہم صرف یہ کہیں گے کہ :-

میں تو ہر طرح کے اسباب ہلاکت دیکھوں
اے وطن کاش تجھے اب کے سلامت دیکھوں۔

آج اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری حالت سدھر جائے اور ہمارا مستقبل سنور جائے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ ہم دوئی اور منافقت کی پالیسی ترک کر دیں اگر ہم مسلمان کہلانا چاہتے ہیں اور اسلام سے اپنے رشتے کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ہم مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جائیں اور تمام اسلامی تعلیمات کو اپنے لیئے مشعل راہ بنائیں۔ اور اس بات پر یقین کریں کہ معاشی سے لیکر سیاسیات تک اور عمرانیات سے لیکر فوجی معاملات تک ہر چیز کے بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی موجود ہے اور ہمیں اس بات پر مکمل اعتماد ہے۔

تاریخ پر نظر ڈال کر دیکھ لیجئے کہ فرعون جیسے جابر شاہوں کے نام گالی کے مترادف ہیں مگر ابن تیمیہ کا نام تاریخ کی پیشانی پر جگمگا رہا ہے۔ (شہید ملت)

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفّظ کی قسم کھائی ہے

نوجوان رہنما
جناب مُحمّد خان نجیب شہید
رحمۃ اللہ علیہ
صدر اہلحدیث یوتھ فورس